

امت مسلمہ کے خلاف یہودی سازشیں

محمد عمر عثمانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں اوس و خزرج کے قبائل کی خاصی تعداد اسلام قبول کر چکی تھی۔ آپ کی آمد سے اہل مدینہ میں دین و شریعت پر عمل کرنے اور اس کے مطابق معاشرہ کو ڈھالنے کا جذبہ مزید گہرا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہجرت کے پہلے سال کچھ ایسے اجتماعی فیصلے فرمائے جن کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ مدینہ منورہ میں امن و سلامتی کے قیام میں مدد ملی بلکہ امت مسلمہ کا قبائلیت، علاقائیت اور لسانیت سے بالاتر ایک عالمگیر شخص نمایاں ہو گیا۔

اسلام کا پیغام تو آغاز ہی سے عالمگیر تھا اور کسی خاص علاقہ، نسل یا قبیلہ کے لوگوں تک محدود نہیں تھا۔ اس کے دامن میں قبائل قریش کو بھی پناہ ملی اور اوس و خزرج کے باہم متحارب گروہوں کو بھی امن و سکون ملا، بت پرستوں کے لئے بھی اس کے دروازے اسی طرح کھلے ہوئے تھے جس طرح یہود و نصاریٰ کے لئے کھلے ہوئے تھے، چنانچہ شروع سے ہی مختلف علاقوں اور مختلف مذاہب کے لوگوں نے اسلام کی حقانیت کو سمجھا اور اسے قبول کیا۔

یہودیوں کی یہ بد قسمتی رہی ہے کہ وہ نسل پرستی کے اندھے تعصب میں مبتلا رہے ہیں، اسلام کے ابدی پیغام کے بارے میں بھی ان کا رد عمل معاندانہ اور تعصبانہ تھا، انہوں نے مدنی دور کے آغاز سے ہی سازشیں شروع کر دی تھیں۔ ان کی سازشوں کا مقصد یہ تھا کہ اسلام کو خاص طور پر جزیرۃ العرب میں اور عام طور پر دنیا بھر میں پھیلنے سے روکا جائے۔ نیز دین کی بنیاد پر امت مسلمہ کو عالمی طور پر ابھرنے نہ دیا جائے، چنانچہ یہودیوں نے شروع سے ہی خفیہ طور پر سازشیں کیں، امت مسلمہ کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ امت کی عالمگیر وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے بہت سی سازشیں کیں۔

عبداللہ بن ابی جہل منافقین کا سرکردہ لیڈر تھا یہودیوں کے ساتھ خاص راہ و رسم رکھتا تھا، اس نے مدینہ منورہ میں علاقائی

تعصب پھیلانے کی پوری پوری کوشش کی، اہل مدینہ کو بارہا شہہ دی کہ وہ بیرونی عناصر (مہاجرین) کو مدینہ منورہ کی سر زمین سے نکال دیں اور اس کی قیادت کو تسلیم کر لیں تاکہ وہ ان کی قومی حکومت قائم کر سکے۔ عبداللہ بن ابی نے یشکر بن کا پرچار یہودیوں کی ملی جھگٹ سے کیا تھا۔ بنو حنیفہ کے لیڈر مسیلہ کذاب نے بھی علاقائی بنیاد پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا کہ آپ اپنی قوم (قریش) تک اپنی قیادت محدود رکھیں اور اس کے علاقے کے لوگوں کی حکومت اس کے حوالے کر دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلہ کذاب کے قومیت کے اس نظریہ کو رد فرمایا تھا، مورخین لکھتے ہیں کہ مسیلہ کذاب نے علاقائی تعصب ابھار کر اپنی قیادت چمکانے کی کوشش کی تھی۔

یہودی قبائل اس حد تک اپنی سازشوں میں آگے بڑھے کہ انہوں نے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھانے کی سازش کی تھی اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قتل کرنے کا گھناؤنا منصوبہ بنایا، لیکن عہد نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مستحکم قیادت اور رسالت کی وجہ سے یہودیوں کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ دین اسلام کا ہر شعبہ زندگی میں غلبہ ہوا اور امت مسلمہ کا اجتماعی نظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر قیادت مزید مستحکم ہوا، نتیجتاً اسلامی نے ایک مضبوط اور عالمگیر تہذیب و تمدن اسلامی عقیدہ و اخلاق کی بنیادوں پر دنیا کے سامنے پیش کیا۔

یہودی سازشوں کا سلسلہ عہد رسالت کے بعد بھی جاری رہا، لیکن عہد خلافت میں بھی انہیں کامیابی نہیں ہو سکی، عہد رسالت و خلافت میں امت مسلمہ کا اجتماعی شعور بیدار تھا۔ اخلاص، دیانتداری، اخلاقی اقدار اور جذبہ علم و عمل مضبوط تھا، امت مسلمہ کی قیادت جن ہاتھوں میں تھی وہ بھی مخلصانہ طور پر اسلامی اقدار کے محافظ تھے، ان کے ملی احساس و شعور اور ذہانت و فراست کی وجہ سے یہودیوں کو اپنے سازشی منصوبوں میں کامیابی نہیں ہو سکی، دین اسلام اپنی پوری قوت و عظمت کے ساتھ دنیا میں پھیلتا رہا۔

انیسویں صدی کے اختتام پر بیسویں صدی کے آغاز میں یہودیوں نے زیادہ منظم طریقہ سے اسلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف سازشوں کا جال بچھنا شروع کر دیا، ان سازشوں میں تین نمایاں محاذ تھے:

☆ اسلام کے بنیادی عقائد و ماخذ کو چیلنج کرنا۔ ایسے لوگ باقاعدہ تیار کئے گئے جو دین کی بنیادوں کو ٹھکوک بنا کر پیش کریں اور خاص طور پر سنت کی آئینی حیثیت کو تبدیل کریں اس کا مقصد یہ تھا کہ عام لوگوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف شکوک و شبہات پیدا کر کے انہیں دین سے دور کیا جائے۔ مستشرقین کا ایک گروہ کافی عرصہ سے اس مقصد کے لئے کام کر رہا ہے۔ اور ان کی تحریروں اور کتابوں کی اشاعت کا کام بہت منظم طریقہ سے ہو رہا ہے۔

☆ قوموں کی زندگی میں اجتماعی اخلاقی اقدار کی بہت اہمیت ہے، جو قومیں اجتماعی طور پر اخلاق پرستی کا شکار ہو جاتی ہیں اور اپنے اقدار کو پامال کر کے بے راہ روی کا شکار ہو جاتی ہیں وہ ہمیشہ زوال پذیر ہوتی ہیں۔ امت مسلمہ میں بے راہ روی اور بدکرداری کو فروغ دینے کے لئے نہ صرف یہ کہ خفیہ طریقوں کو استعمال کیا گیا بلکہ ثقافت و کلچر کے نام پر بہت سی تنظیموں کو یہ

کام سونپا گیا ہے۔ مسلمانوں کے تعلیمی نظام کی بنیادیں بھی تبدیل کرنے کی کوششیں کی گئیں تاکہ سوچ و فکر کا انداز بھی بدل جائے۔ ”اپنے علاوہ تمام اجتماعی قوتوں کو ختم کرنے کے لئے اجتماعیت کی پہلی بنیاد کو تباہ کرنا یعنی اجتماعات کو۔“

۱۹۱۵ء امت مسلمہ کے سیاسی مقام اور بین الاقوامی امور میں ان کے کردار کو ختم کرنے کے لئے بھی بہت سی خفیہ تنظیمیں قائم کی گئیں، ان کا مقصد امت کے سیاسی اداروں کو تباہ کرنا تھا۔ گزشتہ صدی میں اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ خلافت کے ادارہ کو مکمل طور پر تباہ کر دیا جائے امت کے مفہوم کو بھلا کر علاقائی اور نسلی تصورات کو ابھارا جائے۔ جہاد، اجتہاد، شوریٰ اور اجماع وغیرہ کو مسلمانوں کی اجتماعی زندگی سے نکال دیا جائے جس کے بعد امت اسلامیہ میں جدو جہاد کا تصور ایک خواب بن کر رہ جائے، یہودی تنظیمیں اپنے گھناؤنے مقاصد کے لئے مسلسل کام کر رہی ہیں۔ یہودیوں کو اپنے مقاصد میں کس حد تک کامیابی ہوئی۔ اس کی وضاحت کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں، امت مسلمہ کی موجودہ حالت زار اور ماضی قریب کی تاریخ سب کے سامنے عیاں ہے۔

خلافت کا ادارہ ملت اسلامیہ کی سیاسی و اجتماعی عظمت کا نگہبان رہا ہے جب تک یہ ادارہ قائم رہا اس وقت تک دنیا بھر میں ملت اسلامیہ کو ایک باعزت نمایاں مقام حاصل تھا۔ بین الاقوامی معاملات میں کوئی اہم فیصلہ ملت اسلامی کی شرکت کے بغیر ممکن نہیں تھا، کمزور سے کمزور خلیفہ کی بات بھی بڑا وزن رکھتی تھی اس لئے کہ خلیفہ کی بات دنیا بھر میں مسلمانوں کی بات سمجھی جاتی تھی، امت مسلمہ کو بھی خلافت کے ساتھ دینی، تہذیبی، تمدنی اور تاریخی تعلق رہا ہے۔

نظم خلافت کی وجہ سے امت مسلمہ کو اقوام عالم میں جو مقام اور عزت حاصل ہوئی ہے، اس کے بنیادی سبب دو تھے: ایک تو یہ کہ خلافت اقامت دین کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا نام ہے، دوسرے یہ کہ خلافت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی اور امت واحدہ کے شعور نے خلیفہ کو دنیا بھر کے مسلمانوں میں بہت عزت اور احترام کا مقام عطا کر دیا تھا۔ خلافت بعض ادوار میں غیر متحرک ہونے کے باوجود امید کی کڑی تھی جو مسلمانوں کو فاق اور نقطہ اتحاد بن سکے۔ یہودی مسلمانوں کی اس عظمت و قوت کو ختم کرنا چاہتے تھے اس لئے کہ خلافت ان کے لئے بے جا عزائم کی راہ میں رکاوٹ تھی۔

انیسویں صدی کے اخیر میں صہیونیت کے سیاسی پروگرام کا آغاز ہوا۔ تھیوڈور ہرزی (Theodor Herzl) (1860 1904) نے اس منصوبہ کی بنیاد رکھی اس نے اپنی کتاب (Der Juden Stovat) یہودی ریاست) میں یہودیوں کی علیحدہ ریاست کا تصور دیا اور ساتھ ہی اس کو عملی جامہ پہنانے کی کوششیں شروع ہو گئیں 1897ء میں پہلی عالمی صہیونی کانگریس کا انعقاد باسل (Basle) میں ہوا، اس کے ذریعہ بظاہر تو بنیادی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرنا تھی کہ یہودیوں کے کچھ قومی و سیاسی مسائل ہیں، اقوام عالم کو ان مسائل کو حل کرنے میں توجہ مبذول کرنا چاہئے۔ اگر معاملہ اسی حقیقت تک محدود ہوتا تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں تھا لیکن یہودیوں کا اصل

پر ویرام خفیہ تھا، یہودیوں، جل اور ریاست کی تعمیر میں بہت سی اقدامات کا منصوبہ تیار تھا، یہودیوں کے ان سیاسی منصوبوں میں استعماری قوتیں بھی شریک ہو گئیں تھیں۔ یہودیوں کا سب سے بڑا مقصد مسلمانوں کو علم و تعلیم سے محروم کرنا تھا۔ یہودی اسے ہر صورت میں ختم کرنا چاہتے تھے اس لئے کہ اپنے مذہبی اور مذہبی اہل کی یہ بات اگر کوئی قائم یہود اور شر کے مقابلہ کی قوت رکھتی ہے تو وہ قطری حریف صرف ایک اسلام ہے، جن مذہب کے عقائد کے منہ پر لے کر صہیونی طاقتوں نے دو محاذوں پر کام شروع کیا، ایک طرف ترکی کے ہندوئی کاؤ پر زبر زمین کام شروع کیا اور داخلی مسائل پیدا کر کے حکومت کو کمزور کرنے کی کوششیں کیں، دوسری طرف عربوں میں پیش قدمی اور علاقائیت کے جراثیم پیدا کر کے انہیں خلافت عثمانیہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔

صہیونی طاقتوں نے مشرق وسطیٰ میں اپنے منصوبوں کو پورا کرنے کے لئے برطانوی نژاد ایک فرد تھامس ایڈورڈ لارنس کو خاص طور پر یہ ذمہ داری سپرد کی کہ وہ فلسطین، شام اور جزیرہ عرب میں شیوخ اور امراء کو بغاوت پر آمادہ کرے۔ لارنس آثار قدیمہ کا ماہر تھا۔ آثار قدیمہ کے مطالعہ کے بہانے اس نے بارہا عرب ممالک کا دورہ کیا۔ کالج کے زمانہ میں اسے قرون وسطیٰ میں فوجی فن تعمیر سے خاص دلچسپی رہی، اس نے فرانس میں صلیبی دور کے قلعوں کا مطالعہ کیا، شام اور فلسطین کی جنگی اہمیت کی عمارتوں پر تحقیق کی اور اس موضوع پر اپنا تحقیقی مقالہ جیس کالج آکسفورڈ میں پیش کر کے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ 1942ء کے آغاز میں لارنس نے اپنے ساتھیوں وولی اور کیپٹن نیو کمب کے ساتھ صحرائے سینا کی سیاحت کی اور اس سارے علاقے کا بغور مطالعہ کیا، خاص طور پر نہر سوئز کے مشرق میں ترکی کی سرحد سے متصل علاقوں کا سروے کیا غور و اور عقبہ جیسے علاقے جو عربی نقطہ نگاہ سے بہت اہم تھے، کا جائزہ لیا اور ان علاقوں کے نقشے تیار کئے۔

پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی تو لارنس لندن کے جنگی ہیڈ کوارٹر میں ماہر نقشہ نویس کی حیثیت سے بھرتی ہو گیا، جہاں اس نے صحرائے سینا کے نقشے تیار کر کے فوج کے حوالے کئے، لارنس نے نہ صرف یہ کہ نقشوں کی تیاری میں حکومت برطانیہ کی مدد کی، روشنی میں ایسے مشورے بھی دیئے جس پر عمل کر کے خلاف عثمانیہ کو نقصان پہنچایا جاسکتا تھا، لارنس کی ان خدمات کے پیش نظر حکومت نے اسے فوج کی خفیہ سروس کے محکمہ میں ایفٹیننٹ کی حیثیت سے بھرتی کر کے قاہرہ بھیج دیا جہاں اس نے ترک افواج کے بارے میں راز حاصل کئے اور ترکی کے زیر انتظام عرب علاقوں کے نقشے بنائے، عربوں میں رہ کر لارنس نے عربی زبان پر مہارت حاصل کر لی اور وہ عرب تہذیب اور ثقافت سے بھی خوب واقف ہو گیا تھا، خفیہ ایجنسیوں نے جلد ہی اسے گرین سگنل دے دیا کہ وہ عربوں میں عرب قومیت اور علاقائیت کے نظریہ کو ابھارے اور اس کی بنیاد پر عربوں کو ترکی کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرے۔

لارنس نے تو پہلے سے ہی عربوں سے اچھے تعلقات بنا رکھے تھے اس نے اپنی تمام صلاحیتیں صرف کر کے عربوں کو ترکوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر لیا، اس بغاوت میں سب سے نمایاں کردار ماہر مکہ حسین بن علی کا تھا جسے یہ لالچ دیا گیا

کہ وہ سارے عرب کا حکمران بنادیا جائے گا، اس سازش میں امیر مکہ کے بیٹے عبداللہ اور فیصل بھی شریک ہو گئے۔ فیصل ان دنوں عرب فوج کے ایک دستہ کا کمانڈر تھا، کچھ اور بااثر شیوخ بھی امیر مکہ کے ساتھ شریک ہو گئے، ان کی مدد سے لارنس نے ترکوں کے خلاف گوریلا جنگ کا سلسلہ شروع کر دیا اور دمشق سے مدینہ منورہ تک پلوں، شاہراہوں اور ریلوے لائن کو نقصان پہنچایا جس سے ترکوں کی سپلائی بری طرح متاثر ہوئی، ایسی افواہیں بھی پھیلانی گئیں جو عربوں اور ترکوں میں باہم نفرت پیدا کر سکتی تھیں۔ ادھر یہودی جنگ عظیم اول کے دوران اپنے خفیہ منصوبوں پر عمل درآمد میں مصروف تھے اور اس جنگ سے ایسے نتائج حاصل کرنا چاہتے تھے جو ان کے صہیونی عزائم کو پورا کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوں۔ لارنس کو دونوں کا تعاون حاصل تھا، برطانوی استعمار کا بھی اور صہیونی قوتوں کا بھی لارنس کو جلد ہی فیصل کی فوج میں بغینٹ کرئل کا عہدہ دے دیا گیا، حکومت برطانیہ کی جانب سے باغی قوتوں کو مالی امداد بھی دی گئی اور اسلحہ بھی سپلائی کیا گیا، ادھر امیر مکہ کو یہ لالچ دیا گیا کہ یہ سب کچھ اس کی آزاد مملکت کے قیام کے لئے کیا جا رہا ہے اور یہ کہ بہت جلد اس کی تاج پوشی کی تقریب کی جائے گی۔

یہودیوں کی سازشیں رنگ لائیں اور بالآخر 1918ء میں ترکوں کا شام پر اقتدار ختم ہو گیا، لارنس اور اس کے گوریلوں نے ترکوں کو اس محاذ پر سخت نقصان پہنچایا، لارنس نے اس جنگ میں بہت ہی سفاکی کا مظاہرہ کیا، اس نے عرب فوج کو حکم دیا کہ وہ ترکوں کو جنگی قیدی نہ بنائیں بلکہ انہیں موقع پر ہی گولی مار دیں، اس طرح ترکوں کا بہت بڑا جانی نقصان ہوا۔ ترکوں کا اقتدار ختم ہوتے ہی لارنس اور استعماری قوتیں اپنے وعدوں سے پھر گئیں، امیر مکہ سے جو وعدے کئے وہ پورے نہیں ہوئے بلکہ ایک خفیہ معاہدہ کے تحت عراق و فلسطین پر برطانیہ قابض ہو گیا اور شام کے علاقہ پرفرانس نے تسلط جمالیا۔ خلافت عثمانیہ کے خلاف اندرونی محاذ پر یہودیوں نے جو سازشی جال پھیلایا اس کی ایک جھلک دکھانے کے لئے ہم خلیفہ عبدالحمید ثانی کا ایک تاریخی خط پیش کر رہے ہیں جو انہوں نے اپنے شیخ حضرت ابوالشامات محمود آفندی علیہ الرحمہ کو اس وقت لکھا تھا جب عبدالحمید کو خلافت سے معزول کر کے جلاوطنی اور قید تنہائی پر مجبور کر دیا گیا تھا۔

قارئین کرام! اس خط کے مندرجات سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ امت مسلمہ کے نظم خلافت کو منہدم کرنے کے لئے صہیونی طاقتوں نے کیسی کیسی سازشیں کیں اور یہ کہ ان سازشوں میں کون کون شریک رہے، خط کا اردو ترجمہ ملاحظہ کیجئے:

يا هـو! بسم الله الرحمن الرحيم. الحمد لله رب العالمين وفضل الصلاة و آتم التسليم على سيدنا محمد رسول رب العالمين صلى الله عليه وسلم و على آله واصحابه اجمعين الى يوم الدين.

میں انتہائی نیاز مندی کے ساتھ طریقہ شاذلیہ کے اس عظیم المرتبت شیخ ابوالشامات آفندی کی خدمت اقدس میں جن کے روحانی فیوض و برکات سے اپنے دور کے بڑے بڑے مشائخ کو روحانی جلا اور بالیدگی

حاصل ہوئی یہ عرض داشت پیش کرتا ہوں۔

اولاً میں اپنے محترم شیخ کے بابرکت ہاتھوں کو بوسہ دینے کی سعادت حاصل کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ حضرت والا مجھے اپنی نیک دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

تقدیم احترام کے بعد عرض گزار ہوں کہ مجھے آپ کا اس سال (۱۹۱۳) ۲۲ مئی کا لکھا ہوا گرامی نامہ موصول ہوا میں تہہ دل سے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں حمد و ثناء کرتا ہوں کہ اس نے آنجناب کو ہر طرح خیر و عافیت سے رکھا۔ سیدی! اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا فضل و کرم ہے اور انہی کی توفیق سے میں طریقہ شاذلیہ کے وظائف پابندی کے ساتھ دن رات پڑھ رہا ہوں جناب والا یہ میری عاجزانہ درخواست ہے کہ میرے لئے دل کی گہرائیوں سے دعا فرماتے رہیں، میں ہمیشہ سے آپ کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔ اس مختصری درخواست کے بعد میں جناب محترم اور آپ جیسے مخلص علمائے کرام دینی قیادت رکھنے والوں، امت مسلمہ کے تمام سنجیدہ اور عقل سلیم رکھنے والوں اور آئندہ آنے والی نسلوں کی خدمت میں درج ذیل تاریخی امانت پیش کرتا ہوں:

جناب والا! میں یہ بات صاف صاف بتانا چاہتا ہوں کہ امت مسلمہ کی خلافت کی ذمہ داریوں سے از خود دست بردار نہیں ہوا بلکہ مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا گیا ہے، یونینسٹ پارٹی جو جو اتان ترک کے نام سے مشہور ہے، نے میرے راستہ میں بے شمار رکاوٹیں پیدا کر دی تھیں، مجھ پر بہت زیادہ اور ہر طرح کا دباؤ ڈالا، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ مجھے دھمکیاں دیں اور سازشوں کے ذریعے مجھے خلافت چھوڑنے پر مجبور کیا، یونینسٹ پارٹی نے پہلے تو مجھ پر اس بات کے لئے دباؤ ڈالا کہ میں مقدس سرزمین فلسطین میں یہودیوں کی قومی حکومت کے قیام سے اتفاق کر لوں۔ مجھے اس پر مجبور کرنے کی کوششیں بھی کیں لیکن ان کے تمام دباؤ کے باوجود میں نے اس مطالبہ کو ماننے سے انکار کر دیا۔ میرے اس انکار کے بعد ان لوگوں نے مجھے ایک سو پچاس ملین اسٹرلنگ پاؤنڈ سونا دینے کی پیش کش کی میں نے اس پیش کش کو بھی یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ ایک سو پچاس ملین اسٹرلنگ پاؤنڈ سونا تو ایک طرف اگر تم یہ کہہ ارض سونے سے بھر کر پیش کرو تو میں اس گھناؤنی تجویز کو نہیں مان سکتا۔ میں تیس سال سے زیادہ عرصہ تک امت محمدیہ کی خدمت کرتا رہا ہوں اس تمام عرصہ میں میں نے کبھی بھی اس امت کی تاریخ کو داغدار نہیں کیا، اسی طرح میرے آباء و اجداد اور خلافت عثمانیہ کے حکمرانوں نے بھی ملت اسلامیہ کی خدمت کی ہے اس کی تاریخ کو تباہ نہ رکھا ہے لہذا میں کسی صورت اور کسی حالت میں بھی اس تجویز کو نہیں مان سکتا۔

میرے اس طرح واضح انکار کے بعد مجھے خلافت سے ہٹانے کا فیصلہ کیا گیا اور اس فیصلے سے مجھے مطلع

کر دیا گیا کہ مجھے سلاطین میں جلاوطن کیا جا رہا ہے مجھے اس فیصلہ کو ہی قبول کرنا پڑا۔ کیونکہ میں خلافت عثمانیہ اور ملت اسلامیہ کے چہرے کو داغدار نہیں کر سکتا تھا۔ خلافت کے دور میں فلسطین میں یہودیوں کی قومی حکومت کا قیام ملت اسلامیہ کے لئے انتہائی شرمناک حرکت ہوتی اور دائمی رسوائی کا سبب بنتا۔ خلافت ختم ہونے کے بعد جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ میں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سر بسجود ہوں اور ہمیشہ اس کا شکر بجالاتا ہوں (کہ اس رسوائی کا داغ میرے ہاتھوں نہیں لگا) میرے خیال میں جو کچھ میں نے عرض کیا ہے وہ واقعات کو سمجھانے میں بہت مددگار ثابت ہوگا۔ بس اس غرض کے ساتھ میں اپنی تحریر ختم کرتا ہوں۔

آخر میں ایک مرتبہ پھر آپ کے متبرک ہاتھوں کو چومنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں اور پوری پوری امید کرتا ہوں کہ جناب میرے آداب و تسلیم کو قبول فرمائیں گے۔ تمام احباب اور دوستوں کو بھی میرا سلام پیش کر دیجئے۔ میرے مرشد! میں نے پوری دیانت داری کے ساتھ اس معاملہ کو آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ یہ میری دلی خواہش تھی کہ میں آپ اور آپ جیسے مخلص احباب کی توجہ اس معاملہ کی طرف مبذول کراؤں۔ انتہائی ادب و احترام کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ والسلام ۱۲ ایلول ۱۳۲۹ (عثمانی کیلنڈر کے مطابق ستمبر ۱۹۱۳ء)

(ملت اسلامیہ کا خادم عبدالحمید بن عبدالحجید)

خلیفہ عبدالحمید کے اس خط کا بغور مطالعہ کریں تو بہت سے حقائق سامنے آتے ہیں سب سے پہلی بات تو یہ کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر غیر متزلزل یقین تھا یہ یقین ان کے ایمان کامل کی دلیل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایمان کا یہ درجہ جس کی جھلک ان کے مکتوب میں نظر آرہی ہے انہیں قید تنہائی میں حاصل ہوا ہو۔ لیکن اس پورے خط کے مندرجات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایمان و یقین کا مضبوط درجہ قید و بند کی صعوبتوں سے پہلے بھی انہیں حاصل تھا۔ یہ ایمان کی قوت ہی تو تھی جس کی وجہ سے انہوں نے یہودیوں کی اتنی بڑی مادی پیش کش ٹھکرا دی اور ملت اسلامیہ کی تاریخ کو اپنے عہد میں داغدار ہونے سے بچائے رکھا اور دوسرے یہ کہ اہل اللہ اور اہل علم سے انہیں گہرا قلبی تعلق تھا۔ خلیفہ ان کا جس قدر احترام کیا کرتے تھے اس کا اظہار ان کے اس خط کے ایک ایک لفظ سے ہوتا ہے۔ تزکیہ قلب و روح کے لئے وہ باقاعدہ سلسلہ پر عزم استقامت کے ساتھ ڈٹے رہے اور اپنے دور خلافت میں یہودیوں کو سرزمین فلسطین میں قطع زمین کسی قیمت پر بھی خریدنے کی اجازت نہیں دی۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب تک ترکی میں خلافت عثمانیہ قائم رہی اس وقت تک استعماری قوتوں کا فلسطین میں یہودی مملکت کے قیام کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

یہ ایسے حقائق ہیں جن پر امت مسلمہ کو غور و فکر کرنا چاہئے کہ کس قدر عیاری کے ساتھ انہوں نے ہمارا اجتماعی نظم تباہ کیا اس کے ساتھ ہی ہمارا تعلیمی، تربیتی، معاشرتی نظام منتشر ہو کر رہ گیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار